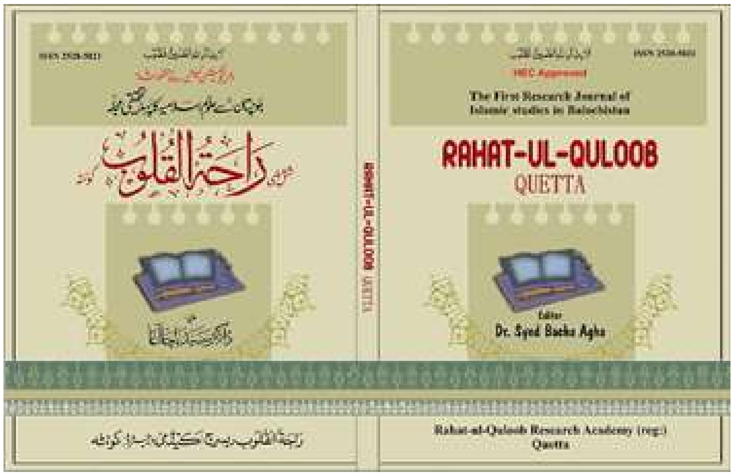


OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

**RAHAT-UL-QULOOB**

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P)2025-5021.(E)2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: »Australian Islamic Library,IRI(AIOU),Tahqeeqat, Asian Research Index,Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

# TOPIC

# خطہ ملتان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی روحانی بنیادیں اور ارتقاء: شیخ بہاء الدین زکریا اور مخدوم عبدالرشید حقانی کے کردار کا تحقیقی مطالعہ

***AUTHOR***

1. Dr. Muhammad Shah, Headmaster, Govt. Elementary School, 2-M.R, MakhdoomRasheed, Multan dr.muhammadshahmakhdoom@gmail.com
2. Prof. Dr. Abdul QuddusSuhaib, Dean, Faculty of Islamic Studies & Languages, Bahauldin Zakria University, Multan, Pakistan

**How to Cite:**Dr. Muhammad Shah, & Prof. Dr. Abdul Quddus Suhaib. (2026). URDU: خطہ ملتان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی روحانی بنیادیں اور ارتقاء: شیخ بہاء الدین زکریا اور مخدوم عبدالرشید حقانی کے کردار کا تحقیقی مطالعہ : The Spiritual Foundations and Historical Evolution of Islamic Civilization and Culture in the Multan Region: An Analytical Study of the Contributions of Sheikh Baha-ud-Din Zakariya and Makhdoom Abdul Rashid Haqqani. *Rahat-Ul-Quloob*, *10*(1), 41-59. Retrieved from https://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/540

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/540

Vol. 10, No.1 || Jan–June 2026 || URDU-Page. 41-59

Published online: 09-02-2026

# خطہ ملتان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی روحانی بنیادیں اور ارتقاء: شیخ بہاء الدین زکریا اور مخدوم عبد الرشید حقانی کے کردار کا تحقیقی مطالعہ

# The Spiritual Foundations and Historical Evolution of Islamic Civilization and Culture in the Multan Region: An Analytical Study of the Contributions of Sheikh Baha-ud-Din Zakariya and Makhdoom Abdul Rashid Haqqani

[1] محمد شاہ [2] عبد القدوس صہیب

## ABSTRACT

The city of Multan has historically occupied a central position in the development of Islamic civilization in South Asia. Although the initial introduction of Islam in the region can be traced to the military expeditions of Muhammad bin Qasim and was subsequently reinforced during the reign of Mahmud of Ghazni, these early influences largely remained superficial and failed to permeate the socio-cultural fabric of the region in a sustained manner. A significant transformation occurred in the 6th century AH with the arrival of the eminent Sufi saint Shah Yusuf Gardezi, whose prolonged spiritual engagement contributed to the gradual internalization of Islamic values within the local society. However, the decline of his influence, coupled with the resurgence of heterodox elements such as the Qarmatians, led to a temporary distortion of Islamic cultural expressions in Multan. The early 7th century AH marks a decisive phase in the consolidation of Islamic civilization in Multan, characterized by the enduring contributions of two towering Sufi figures: Makhdoom Abdul Rashid Haqqani and BahauddinZakariya. Through their respective Sufi traditions, these saints established Multan as a vibrant spiritual nucleus. Their influence extended beyond the religious domain into socio-economic and political spheres, where they played a transformative role in restructuring society along Islamic lines. This study undertakes a comparative analysis of their religious, spiritual, social, and economic thought, highlighting their pivotal role in laying the enduring foundations of Islamic civilization in Multan. It argues that the sustained efforts of these Sufi luminaries not only revitalized Islamic cultural identity in the region but also institutionalized a robust civilizational framework that continued to shape Multan's identity as a center of Islamic culture for centuries.

**Key words:** South Asia, Qaramatians, Islamic civilization, Political spheres

## تمہید:

ملتان زمانہ قدیم سے ہندو ثقافت کا گہوارا رہا۔ 95ھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات سے اسلامی تہذیب و ثقافت اس خطے میں متعارف ہوئی جو کہ پانچویں صدی ہجری تک سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد اس خطے میں متبادل تہذیب و ثقافت کے طور پر سامنے آئی۔ مگر اس

خطے میں اسلامی تہذیب و ثقافت کو عروج صوفیاء کے روحانی پیغام اور عمل کے طاقت کے ذریعے ملا چھٹی صدی ہجری سے پہلے تک ملتان کی اسلامی تہذیب و ثقافت پر روحانی رنگ سے زیادہ ترکی اور ایرانی تہذیب و ثقافت نمایاں تھی مگر ان تہذیبوں کو مقبول عام پذیرائی حاصل نہ تھی۔ اور نہ ان میں اسلام کی بھرپور کشش تھی مگر چھٹی صدی ہجری سے قبل حضرت شاہ یوسف گردیز(م531ھ) ملتان میں 481ھ میں تشریف لائے اور تقریباً نصف صدی میں اس خطے میں روحانی انداز سے اسلامی تہذیب و ثقافت کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا اور مقامی لوگوں سے ان کی زبان اور لہجے میں اسلامی اقدار کو تعارف دیا مگر ان کے وصال کے ساتھ ہی قرامطہ کی یلغار ہوئی اور قرامطہ نے سیاسی کنٹرول کے ساتھ ساتھ تہذیبی و ثقافتی اثرات پر بھی انمٹ نقوش چھوڑے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا مشکوک نقشہ سامنے لا کھڑا کیا۔ چنانچہ ملتان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کو چھٹی صدی ہجری میں دیرپا اور مضبوط چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا اور اس خطے میں اسلامی تہذیب و ثقافت اس وقت حقیقی روپ کی بجائے قرامطی اثرات کے ساتھ جعلی روپ میں سامنے تھی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م669ھ) نے 602ھ میں ملتان میں مستقل سکونت اختیار کر کے اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا(م666ھ) نے 614ھ میں ملتان میں مستقل سکونت اختیار کر کے اس خطے میں روحانی خدمات کے ذریعے اسلامی تہذیب و ثقافت کی تطہیر کی اور اسے بام عروج عطا کیا۔ ان صوفیاء کی روحانی، دینی، معاشرتی اور معاشی خدمات پر صوفیانہ رنگ غالب تھا۔ جس کی بدولت اسلامی تہذیب و ثقافت کو روحانی بنیادوں پر ملتان میں مضبوط کیا گیا۔ اس تحقیقی جائزے میں خاص طور پر شیخ بہاء الدین زکریا(م666ھ) اور مخدوم عبد الرشید حقانی (م669ھ) کے سلاسل کا تقابلی انداز میں احاطہ کرتے ہوئے اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ میں کردار کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ جس میں ان کی روحانی فکر کے ساتھ معاشرتی، معاشی خدمات سے اس خطے کے تمام طبقات پر اسلامی تہذیب و ثقافت کا کس قدر گہرا اثر ہوا۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیادوں پر ان کے جس روحانی اثر نے کئی صدیوں تک اپنے نقوش چھوڑے اس کے خدوخال کیا تھے اور معاشرہ میں ان کی کیا ضرورت تھی کا مکمل تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔

**حالات زندگی: حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ**

ملتان کی صوفی روایت میں جس صوفی بزرگ نے سب سے زیادہ شہرت پائی وہ حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا(م666ھ) کی ذات ہے۔ آپ نے اشاعت اسلام اور ترویج روحانیت کے لیے معاشی، معاشرتی اور سیاسی تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے بے شمار خدمات انجام دیں۔ آپ کا خاندان ہاشمی النسب ہے۔ آپ کے آباء مکہ سے خوارزم ار پھر خوارزم سے برصغیر کوٹ کروڑ لیہ ضلع آباد ہوئے۔ نور احمد خان فریدی آپ کی پیدائش سب جمعہ 27 رمضان المبارک 566ھ لیلۃ القدر صبح صادق بمقام کوٹ کروڑ میں ہوئی۔[1]

قاضی جاوید لکھتے ہیں۔

”حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ میں حاصل کی۔ نصیر الدین بلخی سے سات قرأتوں میں قرآن پاک حفظ کیا۔ دیگر روحانی علوم والد اور چچا سے حاصل کیے۔ دینی علوم اسی جگہ کوٹ کروڑ میں حاصل کیے۔ عمر ابھی بارہ سال تھی کہ والد حضرت شیخ وجیہہ الدین محمو غوث کا 517ھ میں انتقال ہو گیا۔ چچا نے کوٹ کروڑ کا انتظام اپنے بھتیجے شیخ بہاء الدین زکریا کے سپرد کرنا چاہا جس کی (حصول علم کے اشتیاق کی وج سے) معذرت کر لی۔“[2]

577ھ میں خراسان پہنچ جہاں پر علوم دینی و روحانی میں مختلف مشائخ سے حاصل کیا۔ 581ھ میں بخارا پہنچے، دینی علوم کے اس مرکز میں 14 سال قیام کر کے کمال حاصل کیا۔ 595ھ میں حج بیت اللہ کا قصد کیا تو عبادت میں کمال درجہ کا حوالہ دیتے ہوئے جلال الدین بخاری ملفوظات خلاصۃ العارفین میں نقل کرتے ہیں۔

"ہر قدم پر دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیا اور یوں 596ھ میں کعبۃ اللہ پہنچے"۔[3]

حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں 5 سال قیام کر کے کمال الدین یمنی سے صحاح میں سند حاصل کی۔ وہاں سے بغداد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م632ھ) سے خرقہ خلافت حاصل کر کے ملتان تشریف لے گئے۔ 614ھ میں ملتان میں سہروردیہ صوفی روایت کی بنیاد رکھی۔ ملتان مین اس وقت آپ کے چچا اور عم زاد حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م669ھ) نے مدرسہ قائم کر رکھا تھا جس کی بیک وقت دینی و روحانی علوم کی ترویج جاری تھی۔ آپ نے اس مدرسہ کو مدرسہ بہائیہ کا نام دے کر دینی علوم اور ساتھ خانقاہ غوثیہ کا قیام عمل میں لاکر روحانی علوم کی مضبوط بنیاد رکھی اور 614ھ سے 666ھ تک ملتان میں قیام فرما کر دینی و روحانی خدمات کو عروج بخشا۔ آپ کی وفات سے متعلق نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

"7 صفر المظفر 666ھ بروز جمعرات نماز عصر کے بعد حجرہ میں تشریف لے گئے، محو عبادت تھے کہ ایک نورانی بزرگ آئے اور ہاتھ میں رقعہ تھا۔ حضرت صدر الدین عارف سے کہا کہ اسے شیخ بہاء الدین زکریا تک پہنچا دو۔ رقعہ دینا تھا کہ حالت سجدہ مین جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی"۔[4]

محمد غوثی شطاری لکھتے ہیں:

"حجرہ مبارک میں وقت وصال بے مثال خوشبو چاروں طرف پھیل گئی۔ عمر مبارک 100 سال تھی"۔[5]

**حالات زندگی: مخدوم عبدالرشید حقانیؒ**

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانیؒ (م669ھ) ان عظیم ہستیوں میں ایک نہیں کہ جن کے وجود مسعود سے سلسلہ قادریہ کی عظمت و جلالت کو فروغ حاصل ہوا۔ آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م666ھ) کے چچازاد، عم زاد اور برادر نسبتی ہیں۔ آپ کا خانوادہ کئی نسلوں سے روحانیت میں کمال خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے معروف رہا۔ آپ کے والد حضرت شیخ وحید الدین احمد غوث (م589ھ) عظیم قاری بزرگ حضرت ابو بکر کمال الدین علی قادری (م571ھ) کے فرزند ہیں جبکہ آپ کی والدہ حضرت جنت بی بی (م594ھ) حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ جیلانی (م573ھ) بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (م561ھ) کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی پیدائش 569ھ میں کوٹ کروڑ ضلع لیہ میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر تک دادا کے قائم کردہ مدرسہ کوٹ کروڑ میں متورع اور منتہی علما سے دینی و روحانی علوم حاصل کر کے سند حاصل کی اور درجہ کمال حاصل ہونے پر اسی مدرسہ میں مدرس اول اور مہتمم مقرر ہوئے۔

والد کے وصال 589ھ کے بعد کوٹ کروڑ کی ریاست کا عملداری کا ذمہ ملا تو عدل و انصاف سے سیاسی امور پر صوفی رنگ چڑھا کر ایسا نظام متعارف کرایا کہ بڑے بڑے دانشور حیران رہ گئے۔ شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں لکھتے ہیں:

"مخدوم عبد الرشید حقانی کو تمام قریبی مراسم والی ریاستوں ہند، بلخ، بخارا اور غزنی سے خلعتیں عطا ہوئیں۔ اللہ کا فضل شامل حال تھا کم عمری میں ہی اس قدر انصاف سے اور نظم وضبط سے نظام چلایا کہ ملکوں ملکوں آپ کا حسن اخلاق مشہور ہوا۔"[6]

602ھ میں منظم اسلامی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کرنے، ملتان سے قرامطہ کے خاتمہ اور دینی وروحانی علوم کی ترویج کو وسعت دینے جیسے عظیم مشن کی برآوری کے لیے بمعہ اہل وعیال واسباب ملتان مستقل قیام کیا اور شیخ بہاء الدین زکریا (م666ھ) کے ملتان واپسی تک ملتان میں اس عظیم مشن کی تکمیل میں کامیابی حاصل کی۔ 615ھ میں مزید دینی وروحانی علوم کے حصول کے لیے ہرات، خراسان، تبریز اور بغداد کے مشائخ سے فیض حاصل کرنے کے بعد حج بیت اللہ کا۔ تین سال مدینہ منورہ میں کمال الدین یمنی سے حدیث میں سند حاصل کی پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سےھ ان میں سید علیھ انی (م623ھ) کی 620ھ میں بیعت کی۔ تین سال مرشد کی خدمت میں رہے۔ تین سال بعد "حقانی" کا خطاب ملا اور ملتان کے نواح میں مستقل قیام کا حکم دیا اور دینی وروحانی علوم اور قادریہ سلسلہ کی ترویج کے لیے پسماندہ اور دیہی علاقوں کے اخلاق سے عاری لوگوں کو اسلام اور روحانیت سے روشناس کرانے کا حکم دیا۔ 624ھ میں ملتان واپس آئے تو ملتان کے طول وعرض میں پھیلی جائیداد، نقدس وجنس سارا کا سارا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ جہاں مزار مبارک ہے وہاں جنگل بیابان تھا جن کے ارد گرد ڈاکو اور راہزنوں کی بستیاں تھیں سب راہ راست پر آ گئیں۔ مدرسہ حقانی اور خانقاہ مخدوم کے ذریعے طول وعرض میں روحانیت کی تعلیم عام کی۔ اسفار کیے اور تمام طبقات سے مراسم پیدا کر کے روحانیت کا علمبردار بنایا۔ 624ھ سے 669ھ تک اسی جگہ مستقل قیام کیا۔

آپ نے بحالت سجدہ 7 ذوالحج بروز جمعرات وصال فرمایا۔ تجہیز وتکفین کے بعد اسی حجرہ میں دفن کیا گیا جہاں محو عبادت تھے۔ سن وصال کے بارے میں ملتان ہے کہ "بالاتفاق مورخین 669ھ بمطابق 1270ء وصال فرمایا"۔[7]

**(ا) ملتان کی مذہبی روایت کا پس منظر اور روحانی بنیادیں: شیخ بہاء الدین زکریا اور مخدوم عبد الرشید حقانی کے کردار کا خصوصی جائزہ**

قدامت کے لحاظ سے ملتان کا شمار ہندوستان کے قدیم شہروں میں ہوتا ہے یہ شہر کئی مرتبہ ویران ہوا اور پھر آباد ہوا۔ 92ھ میں محمد بن قاسم نے اس شہر کو فتح کر کے یہاں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور یہاں داؤدین نصر بن ولید عثمانی کو حاکم مقرر کیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد یہاں عراق کے ملحد اور متشدد فرقے قرامطہ نے قبضہ کر لیا۔ محمد بن قاسم نے یہاں مسجد تعمیر کی انہوں نے اس مسجد کو بھی مسمار کر دیا اور اسلامی علوم وفنون پر پابندی لگا دی۔ 416ھ میں سلطان محمود غزنوی نے اس علاقے سے قرامطہ کا قبضہ ختم کر دیا قرامطہ کے سردار ابوالفتح کو قید کر کے ساتھ لے گیا۔ مگر سلطان محمود غزنوی کی چند نسلوں نے یہاں حکومت کی اور جلد ہی قرامطہ نے یہاں قبضہ کر لیا اور اسلامی شعار کو نقصان پہنچایا۔ قرامطہ نے طاقت کے استعمال کے علاوہ یہاں اپنے فرقے کی تبلیغ بھی کی اور سادہ نو مسلمانوں اور بعض ہندوؤں کو بھی اپنی طرح متشدد اور ملحد بنا دیا۔

قرامطہ کی آئے روز قتل وغارت اور لوٹ مار کے ڈر سے اہل علم و دانش نے ملتان کو خیر باد کہنا شروع کیا اور اسی میں عافیت جانی۔ حتیٰ کہ گیارہویں صدی عیسوی کے آخر تک یہ شہر علم وادب کے لحاظ سے خالی ہو گیا۔ یہاں آبادی کم ہو گئی اور قرامطہ نظریات کے لوگ یہاں قابض ہو گئے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اہل علم وادب ملتان کا رخ کر کے لوگوں کے ذہنوں سے باطل نظریات کا خاتمہ کرتے۔

ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں ”حضرت مخدوم شاہ یوسف گردیزی بن محمد دم ابو بکر بن مخدوم شاہ علی قسور (450 بمطابق 1058ء، 531ھ بمطابق 1036ء) سن 481ھ بمطابق 1088ء ملتان تشریف لائے اگرچہ اس دور میں ملتان کے حالات سازگار نہ تھے لیکن آپ کا سچا جذبہ اور عزم و حوصلہ تھا کہ جس کی بدولت آپ نے تبلیغ اسلام کے ذریعے نہ صرف ملتان سے قرامطہ فرقے کو مٹایا بلکہ بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بھی کیا“۔[8]

مخدوم روشن شاہ شاہ یوسف تذکرۃ الملتان میں لکھتے ہیں ”تشریف آوری کے وقت اپنے کشف و کرامات کے سبب ایک شیر کو مطیع کر کے اس پر سوار تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑے کی جگہ سانپ تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد شہر ملتان میں جو کے دریائے راوی کے کنارے تھا۔ ٹھہرے یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں آپ کی خانقاہ ہے۔ دہلی کے راجاؤں کے زمانے میں جنہوں نے اس شہر کی پہلے بنیاد رکھی تھی ایک بڑے تودے پر قائم تھا انہوں نے اس شہر کی بنیاد رکھی اور اپنے اپنے ساتھیوں کے لئے قلعے کے اندر مکانات بنوائے تب لوگ لاہور، مارواڑ اور سندھ کے علاقوں سے آکر یہاں آباد ہونے لگ گئے پس اسی وجہ سے مختلف علاقوں کے لوگوں کی زبانیں یہاں ایک دوسرے مل گئیں اس وقت سے آج تک اس علاقے کی آبادی اسی طرح برقرار ہے۔[9]

عتیق فکری نقش ملتان میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت شاہ یوسف گردیز نے بڑے خلوص کے ساتھ عوام کو درس دیا عوام کے آپ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھا تو آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ سید یوسف گردیز کی مقناطیسی شخصیت نے تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور یوں ایک بار پھر ملتان اپنی پہلی رونق کی طرف لوٹ آیا۔ ہر طرف آپ کی روحانیت اور علمیت کے چرچوں نے غیر مسلموں کو بھی اپنی طرف راغب کر لیا بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس طرح آپ نے اشاعت اسلام کے فریضے کو بڑے احسن طریقے سے انجام دیا اور تادم آخر اہل ملتان اور مضافات کے لوگوں کو آپ دینی و روحانی تعلیم سے نوازتے رہے۔“[10]

ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں ”آپ کے ملتان تشریف لانے کے بعد ملتان کو دین اسلام کی وہ پہلی علمی ہستی میسر آئی کہ جس نے ملتان میں علمی ذوق کے لوگوں کو آمد اور سکونت کے لئے ایک راہ دی۔ آپ نے جو علمی ذوق اور علمی خدمت کا بیج بویا وہ ملتان کی تاریخ میں ایک بنیاد بن کر نظر آتا ہے۔ آپ نے ملتان کو اہل علم و ادب کا شہر بنانے کی بنیاد ڈالی۔ حضرت شاہ یوسف گردیز نے سب سے پہلے ملتان میں کتب خانہ کی بنیاد رکھی اور اسی خاندان کا ذاتی کتب خانہ ملتان کے عظیم (اور تاریخی) کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔“[11]

مخدوم روشن شاہ یوسف لکھتے ہیں کہ ”حضرت شاہ یوسف گردیز کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حضرت شیخ احمد اور ان کے پوتے حضرت شیخ مخدوم عبدالصمد نے اہل علم و ادب سے روابط بڑھائے رکھے اور سرزمین ملتان کو علم و ادب کا گہوارہ بنانا چاہا مگر حضرت مخدوم عبدالصمد گردیزی کے زمانے میں قرامطہ نے ایک بار پھر ملتان پر قبضہ کر لیا اور علاقے کا بیشتر حصہ ان کے زیر تصرف آگیا۔“[12]

”اسی دور میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (530ھ تا 633ھ) سن 561ھ بمطابق 1165ء میں ملتان تشریف لے آئے۔“[13] ”لاہور سے آپ ملتان تشریف لائے۔ جہاں آپ نے طویل قیام کر کے ہندوستانی زبان میں مہارت نامہ حاصل کی۔“[14]

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں کہ ”آپ لاہور سے ملتان آئے اور یہاں پانچ سال رہ کر ہندوؤں کی زبان سیکھی اور اس طرح آپ نے

برصغیر میں سب سے پہلے لسانی عصبیت پر ضرب کاری لگائی اور اپنے طرز عمل سے اس حقیقت کو واضح کیا کہ ہر زبان ابلاغ کا ذریعہ ہے۔"[15]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے ملتان میں سکونت اختیار کرکے ملتان میں علم وادب کو ترقی بخشی اور یہ تسلسل وقت کے ساتھ ساتھ جاری رہا۔

"حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (569ھ تا633ھ) سن590ھ بمطابق1194ء ملتان تشریف لے آئے۔"[16] آپ نے بھی ملتان کو علم وادب کا گہوارہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی دور میں ملتان میں حضرت جلال الدین تبریز بھی اگرچہ تشریف لائے مگر ان تمام بزرگانِ کا قیام عارضی تھااور ضرورت اس امر کی تھی کہ ملتان میں علم وادب سے وابستہ لوگ مستقل قیام کرلیا تاکہ یہاں پر ملحدوں یعنی قرامطہ کی تبلیغ کے اثرات کو ختم کردیا جائے۔ اسی تناظر میں علی کرماخ کی کوششوں سے سلطان ناصر الدین قباچہ کے دور (607ھ بمطابق 1210ء تا625ھ بمطابق1228ء دورِ حکومت) میں حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی کوٹ کروڑ سے ملتان بمع اہل وعیال تشریف لے آئے اور یہاں پر عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ رہائش کے لئے عمارتیں بنائیں یہی مدرسہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی ملتان آمد614ھ کے بعد مدرسہ بہائیہ کے نام سے معروف ہوا اور ایک اقامتی درسگاہ کاروپ دھار گیا۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے اس مدرسہ کو فعال اور مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس مدرسہ کی بنیاد602ھ میں حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی نے رکھی۔ اور تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز پر ہی ملتان کو اہل علم ودانش اور مشائخ کرام کا مرکز بنا دیا۔

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں لکھتے ہیں کہ "آپؒ جب ملتان تشریف لائے تو حضرت سید شاہ یوسف گردیز (ح531ھ) کے زمانے سے ان کی کرامت کے طور پر ایک کنواں بغیر بیلوں کے چلتا تھا( ملتان کے اہل علم ودانش، مشائخعظا م پر ان کے خاندان کا بہت اثر تھا، اہل علم ودانش کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) ایک دن حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م669ھ) وہاں تشریف لے گئے اور کنویں کو چلنے سے روک دیا۔ آج تک وہ کنواں بند ہے۔ آپ بڑے صاحب کمال اور کشف وکرامات کے حامل بزرگ تھے۔ ملتان کے بزرگ اور اکابر آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے اور آپ کے مطیع منقاد ہوئے۔ تمام خاص وعام آپ سے محبت کرتے اور جان ومال آپ پر نثار کرتے۔ آپ ایسے جاہل، گمراہ اور کم ہمت لوگوں کو جو معروف احکام کی بجا آوری میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے تھے ہدایت فرماتے یہاں تک کہ (چند ہی روز میں) چالیس پچاس اشخاص آپ کی نظر کیمیا اثر سے باکمال ولی ہوگئے۔ حضرت مخدوم عبدالرشید کے رشد وہدایت کے کا سہرہ تمام ممالک اور اطراف میں پھیل گیا علوم قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس میں آپ بے مثال تھے اور بے شمار خلقت آپ سے مستفید ہوئی تھی۔ (تھوڑے ہی عرصہ میں) ستر آدمی آپ کے علم کی بدولت کامل وفاضل قرار پائے۔"[17]

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م669ھ) حضرت شاہ یوسف گردیز (م531ھ) کے بعد پہلے صوفی بزرگ ہیں جنھوں نے ملتان کو اپنا مسکن بنا کر نہ صرف علم دین کی اشاعت وترویج کی بلکہ ملتان کو اہل علم ودانش کا مرکز بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت شاہ یوسف گردیز (م531ھ) کی وفات کے بعد ان کے پوتے حضرت شیخ عبدالصمد تک وہ علم وفقل کا تسلسل ٹوٹتا چلا گیا اور عوام الناس میں قرامطہ باطل عقائد کا پھیلاؤ ہوتا چلا گیا۔ مگر حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م669ھ) جب ملتان تشریف لائے اور602ھ میں یہاں مدرسہ کی بنیاد رکھی تو یہاں

علماء و مشائخ، کا تانتا بندھ گیا اور دور دراز سے تشنگان علم یہاں کھینچے چلے آئے یہاں تک کہ روز شب کے مطالعہ کتب اور علماء و فضلا کی گفتگو میں گزرنے کا پتا ہی نہ چلتا۔ اسی طرح:

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں لکھتے ہیں کہ "ایک رات بہت دیر تک عالموں اور فاضلوں کے ساتھ علمی گفتگو میں مشغول رہے اور بہت دیر سے سوئے تو خواب میں والد بزرگوار کی زیارت ہوئی اور حضرت بہاء الدین زکریا کی چار روز میں آمد کی اطلاع دی۔ شیخ بہاء الدین زکریا کی آمد کے ساتھ ہی آپ نے حرمین کا سفر کیا۔"[18] ڈاکٹر مہر عبد الحق لکھتے ہیں کہ" ناصر الدین قباچہ کے عہد میں ملتان میں علم و ادب نے بڑی ترقی کی اور بڑے بڑے نامور مشائخ ملتان آئے اور درس گاہیں قائم کیں۔"[19]

ملتان میں علمی وروحانی ماحول بنانے کی یہ شروعات تھی جسے قادریہ سلسلہ کے صوفی بزرگ نے شروع کیا بعد ازاں 614ھ بمطابق 1217ء میں یہاں حضرت بہاءالدین زکریا سلسلہ سہروردیہ کی نمائندگی کے ساتھ جب تشریف لائے تو انہوں نے اسی مدرسہ کو اور اسی مشن کو آگے بڑھایا اور مدرسہ کو مدرسہ بہائیہ کا نام دے کر اس کے ساتھ الگ خانقاہ غوثیہ قائم کی اوران اداروں کو اقامتی ادارے بنائے اوران کے علوم میں وسعت دی اس طرح حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتان کے ماحول کو دینی وروحانی رنگ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے ان اداروں میں دین، دنیا کے سبھی علوم کا انتظام تھا۔ آئینہ ملتان میں منشی عبد الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

"آپ خود بنفس نفیس درس دیا کرتے تھے اور مدرسہ سے ملحق کتب خانہ (جس میں دو ہزار سے زائد ذاتی کتب علاوہ ہزاروں کتب موجود تھیں) کا شہرہ پورے ہندوستان میں پھیل گیا تھا۔ وہاں سے ہر شعبہ کے لوگ اپنی علمی پیاس بجھانے ملتان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اس دور میں علوم اسلامیہ میں تدریس اعتبار سے نمایاں تبدیلیاں بھی کی گئیں اور فقہ، اصول فقہ اور منطق کو نصاب کا حصہ بنایا گیا۔" [20]

علامہ عتیق فکری نقش ملتان میں تحریر کرتے ہیں:

"حضرت بہاءالدین زکریا(م666ھ) نے جو نظام تعلیم رائج کیا وہ اس قدر مقبول ہو( کہ آپ کے وصال کے دو سو سال بعد تک بھی وہی نصاب ملتان میں رائج رہا۔ اس مدرسے میں خطاطی، اور جلد سازی کا ہنر بھی سکھایا۔ جاتا محمد بلخی جیسا خطاط بھی اس مدرسے میں استاد رہا اور کئی قابل شاگرد چھوڑے۔ حضرت کے زمانے میں خط نستعلیق کو بڑا عروج حاصل ہوا۔"[21]

اس مدرسہ بہائیہ اور خانقاہ غوثیہ نے نصف صدی سے زائد وقت میں ملتان میں دینی وروحانی علوم کے حصول کا ایسا سازگار ماحول بنادیا کہ پھر ایک نسل نہیں بلکہ کئی صدیوں تک یہ ماحول تسلسل اور روانی کے ساتھ قائم رہا۔ آپ کے فرزند حضرت شیخ صدرالدین عارف (م 684ھ) اورانکے بعد آپ کے پوتے حضرت شاہ رکن الدین عالم (م735ھ) نے سہروردیہ صوفی روایت کے امین بن کر اس علمی وروحانی ماحول کی نہ صرف آبیاری کی بلکہ اس کو ترقی کے منازل طے کرا کر آپ کی صوفی روایت کو صدیوں تک باقی رکھنے میں اہم کردار ادا کیا اور ملتان کو علوم دینی وروحانی کا مرکز بنادیا۔ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م669ھ) جب 624 بمطابق 1227ء دوبارھد ان سے ملتان تشریف لائے تو قادری صوفی روایت کو باحسن طریقے سے آگے بڑھاتے ہوئے ملتان کی دیہی علاقوں کی علمی وروحانی علوم کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ملتان کے نواح دہلی روڈ پر "رواہا" نامی جگہ پر قوم مڑل کے رئیس تاج الدین سے قطعات اراضی خریدے اور دیہی آبادیوں میں علوم

دینی وروحانی کاماحول ان کو ان کی دہلیز پر پہنچانے کیلئے وہاں مدرسہ حقانیہ اور خانقاہ مخدومیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا یہاں ہدف دیہی آبادی کے کم علم جہلا اور اسلام سے نہ آشناس ہندومت کے پیروکار تھے کہ جن کو آپ نے اپنے انداز تدریس سے علوم اسلامیہ کا گرویدہ بنا دیا۔ آپ نے دیہی آبادی کے بھی سبھی طبقات کو علم دینی اورروحانی کا سازگار ماحول دیا۔خاص طور پر اس وقت دہلی روڈ پر جنگلات کے اندر قافلے لوٹنے والے ڈاکوؤں کی آماجگاہیں تھیں آپ نے اپنے فیوض وبرکات اور سلسلہ قادریہ کے عظیم روحانی مقتداء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی(م 561ھ) کے افکار کے ذریعے ان ڈاکوؤں کو توبہ تائب کرکے راہ ہدایت پر گامزن کیا بلکہ انہیں علوم دینی وروحانی کا دیوانہ بنادیا۔ پھر یہی جنگلات قطعات اراضی میں تبدیل ہوتے گئے اوران کا کسب معاش بن گئے اورڈاکہ زنی کی گھات لگانے والے رب کریم عزوجل کا قرب تلاش کرنے والے بن گئے۔ احمد ضمیر ہاشمی لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنے مدرسے میں قرآن وسنت، حدیث، فقہ، تفسیر، علم الکلام، اصول المعانی، کے علاوہ طریقت کے آداب اورراہ سلوک کی منازل پر تدریس کا عظیم کاماحول عطا کیا۔ آپ کے اسی عطاکردہ ماحول کی بدولت دیہی علاقوں میں بھی علوم شرعی اورروحانی علوم کے حصول کارواج قائم ہوا۔"[22]

پھر یہی مدرسہ ملتان کے مشرق میں شمالاً جنوباً(موجودہ اضلاع بہاولپور، لودھراں خانیوال، جھنگ، فیصل آباد، وہاڑی، بہاولنگر، بھکر، خوشاب، سرگودھا تک) تشنگان علم کی روحانی پیاس بجھانے کا ذریعہ بنا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ان اضلاع سے لاکھوں لوگ حضرت کے فیضان سے سیراب ہونے درِدولت پر حاضر ہوتے نظر آتے ہیں۔ گویا تیرھویں صدی عیسوی میں ملتان کے اندر سلسلہ سہروردیہ کے سرخیل صوفی بزرگ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا(م666ھ) نے جہاں دینی وروحانی علوم کے حصول کاماحول بنادیاوہیں انہیں کے چچازاد، عم زاد حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) نے سلسلہ قادریہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ملتان کی دیہی آبادیوں کو علم دینی وروحانی سے روشناس کرانے کیلئے انہیں دینی وروحانی ماحول عطا کیا اور پھر اس دینی وروحانی ماحول نے کئی صدیوں تک اس طرح اپنے فیوض وبرکات سے لوگوں کو فیض یاب کیا کہ ملتان مدینۃ اولیاء اور ملتان مرکز روحانیت بن گیا کہ جہاں بیک وقت سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ نے کئی صدیوں تک دینی وعلمی ماحول برقرار رکھا۔ اسی دینی وروحانی علوم کے مدارس کے فارغ التحصیل علماء اور خانقاہوں کے درویش جب قادریہ صوفی روایت اور سہروردیہ صوفی روایت کے امین بن کر اپنے شیوخ کے حکم سے یہی دینی وروحانی علوم لیکر ملتان سے چاروں سمت پھیلے اوراسفار کا ایک نظام ترتیب پایاتو دیکھتے ہی دیکھتے ملتان کی صوفی روایت برصغیر کے طول وعرض میں اس طرح پھیلی کہ یہاں سے پھر کئی صدیوں بعد پوری دنیامیں پھیل گئی۔ صوفی روایت چاہے سہروردی شکل میں حضرت شیخ بہاءالدین زکریاملتانی(م666ھ) کی تشکیل کردہ ہویا قادری شکل میں حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی کی تشکیل کردہ ہوانکے مدارس اور خانقاہ کے تربیت یافتہ صوفیاءنے اسفار کے ذریعے ملتان کی صوفی روایت کو پوری عالم میں ایک تابناک انداز سے پہنچایا۔ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) نے جو پیغام قادری سلسلے کی نسبت سے اپنے تربیت یافتہ درویشیوں کا دیاانہوں نے ملتان کی دیہی آبادیوں میں جابجا اسفار کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچایا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی مثال آپ نے خود قائم کی۔ جامع الکرامات میں شرف الدین قریشی لکھتے ہیں:

"جب آپ نے 624ھ بمطابق 1227ء میں اپنی تمام جائیداد جو کہ دریائے راوی کا مشرقی حصہ[23] اور ایک کروڑ اشرفی مع نقدو جنس سب اللہ کی راہ میں وقف کیا۔"[24]

تو اس علاقے میں موجود غرباء سے آپ کا ایک قلبی تعلق پیدا ہوا اور یہی تعلق آگے جاکر انہیں علوم دینیہ کا طالب اور علوم روحانیہ کا سالک بنا گیا۔ دوسرا اہم قدم آپ نے خطے میں بیابان جنگل کو سیر اب کر کے ذرائع کسب حلال کی طرف لوگوں کو مائل کرکے کیا کہ جب کسب حلال آسان ہو تو پھر دینی وروحانی تعلیم کی طرف سوچا جاسکتا ہے۔ شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں لکھتے ہیں:

"آپ نے خود کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا، دریائے راوی سے مثل دریا چوڑا نالہ زمینوں کو سیر اب کرنے کیلئے کھدوایا۔ اپنے متوسلین میں سے ہر ایک کو زمین تقسیم کر دی کہ آزادانہ کاشتکاری کریں۔"[25]

درویشیوں کے ساتھ دہلی، ہانسی کے طویل سفر کے ساتھ ساتھ ملتان کے گردونواح کی تمام دیہی بستیاں اسفار کے ذریعے دینی وروحانی علوم سے سیر اب کیں اور آپ کے بعد آپ کے خاندان کے قادری درویش اور آپ کے تربیت یافتہ درویش علاقوں میں اس طرح پھیلے کہ آج ان کے مزارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر دور دور تک اس روشنی کو پھیلانے میں کامیاب ہوئے۔ خاص طور پر ان قادری درویشیوں کی ان آٹھ سو سالوں میں خدمات کی کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مخدوم صدرالدین قتال (م766ھ) بمقام قلعہ راج گڑھ ضلع لودھراں، مخدوم حسن (م699ھ) مخدوم چک لودھراں، مخدوم سلطان ایوب قتال قلعہ صدرپور لودھراں کی اولادیں اس قدر پھیلیں کہ پنجاب کے اکثر دیہاتوں میں انہیں کی اولاد کے مزارات ہیں۔ حتی کہ خیبر پختونخواہ اور کشمیر میں بھی ان قادری درویشیوں کے مزارات اس بات کا ثبوت ہیں کہ قادری صوفی روایت کہ جو ملتان میں تشکیل پائی اس کے اثرات آٹھ سو سالوں میں دنیائے عالم کے خطے خطے میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

دوسری طرف حضرت شیخ بہاءالدین زکریا (م666ھ) نے اپنے دور ہی سے اپنے مدرسے اور خانقاہ سے تربیت پانے والے سہروردی درویشیوں پر مشتمل جماعتوں کا ایسا نظام تشکیل دیا کہ جو صوفیاء کی تاریخ کا ایک تابندہ باب ہے۔ آپ نے سندھ، پنجاب اور کشمیر کی طرف مسلسل سہروردی درویشیوں کو دینی وروحانی علوم کی ترویج کیلئے بھیجا۔ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی تحریر کرتی ہیں کہ:

"شیخ بہاءالدین زکریا واعظموں اور مبلغین کے مختلف گروہ سندھ، مکران، کشمیر، دہلی اور افغانستان کیلئے مسلسل روانہ کرتے یہ گروہ سال کے خاتم پر آکر اپنی کارکردگی دیتے۔"[26]

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ:

"یہ گروہ پانچ پانچ سو کی تعداد میں ہوتے۔ حضرت زکریا خود بھی ساتھ تشریف لے جاتے۔ آپ اکثر موسم گرم میں سرحد، کشمیر، افغانستان، بخارا اور نیشاپور کی طرف سفر کرتے اور موسم سرما میں پنجاب اور سندھ کی طرف خلفاء کے ساتھ سفر فرماتے۔"[27]

یہ اسفار کا نظام آپ کے بعد کئی سو سال تک یونہی قائم دائم رہا اور سہروردی درویش علوم دینی وروحانی کی ترویج کیلئے سفر کرتے رہے جن سہروردی بزرگوں نے اس سلسلے میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ ان میں آپ کے فرزند شیخ صدر الدین عارف (م684ھ)

حضرت شاہ رکن عالم نوری حضوری (م735ھ) شیخ حسن افغان (م689ھ) حضرت سید جلال الدین بخاری (م690ھ) حمید الدین ناگوری (م 625ھ) فخر الدین عراقی (م688ھ) میاں چنوں سہروردی (م645ھ) شیخ اسمٰعیل سہروردی (م740ھ) مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م 775ھ) شیخ کٹھ سہروردی (م788ھ) بلوچستان، شیخ شرف الدین یحییٰ (م782ھ) بہار انڈیا، مخدوم بلال سہروردی (م929ھ) سندھ، شیخ فتح محمد سہروردی (م1003ھ) پشاور سرحد نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ اور سلسلہ سہروردیہ کی صوفی روایت کے امین ان اکابر شیوخ کے فیض یاب درویشیوں نے آٹھ صدیوں میں علوم دینی وروحانی کی ترویج واشاعت کو اسفار کے ذریعے پورے عالم میں پھیلا دیا اور ملتان میں جس صوفی روایت کی بنیاد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م666ھ) نے 614ھ بمطابق 1227ء میں رکھی وہ علمی وروحانی طور پر اس قدر پھیلی کہ اس کے اثرات ہی ہیں کہ آج بھی ملتان علم وروحانیت کا گہوارا اور اولیاء کی پہچان بن کر پوری دنیا میں مشہور ہے۔

**(ب) اسلامی تہذیب وثقافت کے ارتقاء واستحکام میں ملتان کی صوفی روایت کا تقابلی جائزہ:**

ملتان اپنی تاریخ، قدامت اور زرخیزی کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ اپنی سرسبزی وشادابی، زراعت اور فراوانی دولت کی وجہ سے ہمیشہ حملہ آوروں کے لیے کشش کا سبب بنا رہا۔ اس معاشرت کی قدامت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے علاقوں کا ذکر ہندوؤں کی معروف کتاب رگ وید میں چلتا ہے۔ ہندوؤں کی یہ کتاب ہزار سال قبل مسیح لکھی گئی ہندوؤں کی بت پرستی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتان حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دور میں بھی آباد تھا۔

مرزا ابن حنیف تحریر کرتے ہیں کہ "ملتان کی قدامت اور اہمیت کے سلسلے میں ایک بات یہ بھی زمین میں رہنی چاہیے کہ سکندر اعظم بلکہ عروج یافتہ ہڑپائی دور (2000ق م سے 2500ق م) میں بھی ملتان میں قلعہ اور فصیل موجود تھی۔ ہڑپائی دور میں نہ بھی سہی تو کم از کم سکندر اعظم کے زمانے میں ملتان عظیم الشان اور مضبوط ومستحکم قلعہ کے ساتھ موجود تھا۔ چنانچہ سوا دو ہزار سال قبل ملتان میں قلعہ کی موجودگی سے باآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے اتنا بڑا مرکزی اور اہم شہر بننے میں کتنا عرصہ صرف ہوا ہوگا کہ جہاں قلعہ بھی بن سکے۔ ظاہر ہے کہ شہر کا یہ تدریجی ارتقاء چند برسوں میں تو ہونے سے رہا ہزاروں سال ہی لگے ہوں گے۔"[28]

ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں کہ ملتان کی تہذیب ومعاشرت جس قدر پرانی ہے اسی قدر ملتان کے نام بھی تبدیل ہوتے رہے۔ قدیم نام مختلف ادوار میں یہ نام رہے۔ ہنس پورہ، بھاگ پورہ، مولوسان پولد، میسان، مالستھان پورہ، مولتارن، مولتان اور آخر میں ملتان مشہور ہوا۔[29]

یہ نام ان دنوں کی یاد دلاتے ہیں کہ جب انسانی تہذیب ومعاشرت میں اور اعتقادات میں دیوی دیوتاؤں اور دیومالاؤں کا بڑا عمل دخل تھا اور وقت کے ساتھ جیسے جیسے معاشرت اور تہذیب بدلی نام بھی بدلتے چلے گئے۔ جب اسلام کی روشنی نے دنیا کو منور کیا تو اس وقت بھی ملتان کی معاشرت موجود تھی اور ہندوستان کے عرب کے ساتھ تجارتی تعلقات ہونے کے سبب ہندوستان اور عرب کے لوگ ایک دوسرے کی معاشرت سے آگاہ تھے اور اشیاء کی تجارت بھی کرتے تھے۔

قاضی اطہر مبارک پوری تحریر کرتے ہیں کہ "عہد رسالت میں ہندوستان کی بہت سی اشیاء جو ہندوستان کی تھیں عرب میں ان کے نام اور خواص سے لوگ آگاہ تھے۔ کافور، زنجبیل (ادرک)، عود ومشک، قرنفل (لونگ) فلفل، مرچ، ہندی کپڑے، ہندی نیزے اور تلوار روزمرہ

زندگی میں استعمال کیے جاتے"۔[30]

ملتان کی معاشرت کے علاوہ معیشت بھی مضبوط تھی جب محمد بن قاسم نے 95ھ میں ملتان کو فتح کیا تو اس وقت بھی ملتان معاشی اعتبار سے مضبوط تھا۔

ڈاکٹر روبینہ ترین تحریر کرتی ہیں کہ "حجاج بن یوسف سے فتح سندھ کی اجازت لیتے وقت محمد بن قاسم نے وعدہ کیا تھا کہ جس قدر رقم جنگ میں خرچ ہوگی میں خزانہ کو اس سے دوگنی رقم جمع کراؤں گا۔ اب تک تمام فتوحات میں وہ ایک معقول رقم خزانے میں جمع کراتا رہا تھا اور بقایا رقم بڑی فیاض سے سپاہ میں تقسیم کرتا چلا آرہا تھا یہاں تک خود اس کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ فتح ملتان کے بعد محمد بن قاسم اس فکر میں تھا کہ اپنا وعدہ کس طرح پورا کرے کہ ایک دن ایک برہمن کی نشاندہی پر ایک حوض کی کھدائی سے دو سو من سونا اور سونے کی کترن سے بھرے چالیس مٹکے ملے اس خزانے کی قیمت اس دور میں تقریباً بارہ کروڑ تھی (کہا جاتا ہے کہ یہ حوض دو نیزوں کے برابر چوڑا اور لمبا تھا اور اتنا ہی گہرا تھا۔ دو نیزوں کے لیے عربی کا لفظ "ملتان" ہے۔ گویا ملتان واقع ثابت ہے۔"[31]

ملتان کی مضبوط معیشت اس کی معاشرت پر بھی ہمیشہ اثر انداز رہی۔ ملتان تجارتی لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل رہا۔

سبط حسن تحریر کرتے ہیں کہ "396ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چھ سات روز کے محاصرے کے بعد شہر کے چند معزز لوگوں نے دونوں کے درمیان صلح کرادی اور معاہدہ دو لاکھ درہم سالانہ خزاج پر طے ہوا۔"[32]

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملتان نے معیشت کے لحاظ سے مستحکم تھا تبھی تو چند روز کے محاصرے کو خراج کی صورت میں ختم کر دیا گیا۔ دوسرا معاشرے کا پہلو بھی نظر آتا ہے کہ علاقے کے معززین اس پُر اثر اور صاحب حکمت تھے کہ دونوں فریقین کو صلح پر آمادہ کر لیا۔

سلطان محمود غزنوی کی ملتان فتح کے ساتھ ہی ملتان کے تہذیب و معاشرت میں ترقی معاشرت بھی پھلنے پھولنے لگ گئی اور محمود غزنوی کے بعد جتنے حکمران اس کی اولاد سے آئے وہ بھی اس معاشرت پر اثر انداز ہوئے۔ سبط حسن ان کی معاشرت بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"ترکوں کا رہن سہن ملتان کے لوگوں سے مختلف تھا اور ان کی ضرورت کی چیزیں بھی یہاں سے نہیں ملتی تھیں ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے متعدد صنعتوں نے رواج پایا اسی نسبت سے نئے نئے ہنر اور پیشے اختیار کیے گئے اور حکام وقت کے طور طریقے اور رسوم و رواج بھی اپنائے جانے لگے۔ اور بہت دن نہ گزرے تھے کہ اس علاقے کی خوراک، پوشاک، سوچنے اور محسوس کرنے کے انداز، علم و حکمت، ادب، مصوری، موسیقی، رقص، آرائش و زیبائش، حرب و ضرب کے آلات اور نشست و برخاست کے آداب سب پر ترکی اور ایرانی تہذیب کا رنگ چڑھ گیا۔"[33]

پھر یہی معاشرت اپنے نئے نئے رخ بدلتی گئی اور وہ ہندو معاشرے جو ایک عرصہ سے ملتان کی سرزمین پر رائج تھی وہ اپنی حالت تبدیلی کرتی گئی اب جب کہ ہندوستان کی سرزمین پر باقاعدہ اسلامی مملکت کا قیام نہ ہوا تھا۔ ترکی اور ایرانی تہذیب نے حالات کو معاشرت کو اور معیشت کو مسلمانوں کے لیے سازگار بنا دیا تھا۔ ایرانی اور ترکی سے حکمرانوں کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام نے بھی بڑی تعداد میں ہندوستان کا رخ

کیا۔ حکمرانوں نے یہاں کی معاشرت پر اپنے جو اثرات چھوڑے تھے وہ ان کے لیے یہاں سکونت کرنے میں معاون ثابت ہو رہے تھے۔ انہیں بزرگوں میں ایک شیخ المشائخ حسین بھی تھے۔ شرف الدین جامع الکرامات میں لکھتے ہیں کہ "سلطان محمود غزنوی حضرت شیخ المشائخ سلطان حسین کا بہت عقیدت مند تھا۔ آپ سلطان محمود غزنوی کی پُر زور التجا پر خوارزم سے غزنی تشریف لے آئے اور شہر کی جامع مسجد کے ایک حجرے میں قیام فرمایا۔"[34]

یہ سلطان حسین حضرت شیخ بہاء الدین زکریا(م 661ھ) اور مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) کے آباء میں سے تھے اور یہی وہ بزرگ تھے جو خوارزم سے غزنی اور پھر غزنی سے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ملتان کی طرف آئے۔

آگے مزید لکھتے ہیں کہ "سلطان محمود غزنوی کا معمول تھا کہ روز فتوحات سے متعلقہ وسیلہ جناب ختمی مرتب رسول اللہ ﷺ اور وسیلہ شیخ المشائخ سلطان حسین دعا کرتے۔ ایک رات آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اور ہندوستان کی طرف جہاد کا حکم دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے اعلان جہاد کیا تو شیخ المشائخ سلطان حسین بھی بمع رفقاء، اہل وعیال تیار ہو گئے۔"35 آگے مزید تحریر کرتے ہیں کہ

"اس طرح ایک سال بعد یہ لشکر کوٹ کروڑ میں وارد ہوا جہاں راجہ دیپال کی حکومت تھی۔ آن کی آن شیخ المشائخ سلطان حسین کی ہمراہی میں یہ علاقہ فتح ہوا تو سلطان محمود غزنوی نے ازراہ عقیدت یہ سلطان حسین کے سپرد کر کے آگے بڑھ گیا اور شیخ المشائخ حسین اور ان کی اولاد حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) تک کوٹ کروڑ میں مقیم رہی"۔[36]

یہ خانان چونکہ عربی النسل تھا لہٰذا اس کی اس علاقے میں آمد سے یہاں کی معاشرت میں عربی تہذیب وتمدن پھیلا۔ دوسری طرح تیرھویں صدی عیسوی میں ملتان میں ترقی اور ایرانی تہذیب کے حکمرانوں نے معاشرت میں جہاں بے شمار تبدیلیاں رونما کیں وہی یہ صوفیاء کرام نے تیرھویں صدی عیسوی میں جب ملتان کا رخ کیا تو ان کی اکثریت عربی النسل تھے۔ لہٰذا عربی، ایرانی، ترکی اور ہندی تہذیب وتمدن، رسم ورواج اور معاشرت ومعیشت نے ایسی مخلوط تہذیب کو جنم دیا کہ جو اپنے اثرات کے لحاظ سے بہت مضبوط ہو گئی تھی۔ اسی لیے ہندوستان کے کسی بھی گوشے میں صوفیاء کرام نے اگر تبلیغ کرنا چاہی تو انہیں ملتان کی تہذیب وثقافت کو جاننے کے بعد اس میں خاطر خواہ کامیابی بھی ملی۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق لکھتے ہیں کہ "حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری(م627ھ) جب لاہور سے ہندوستان کی طرف جانے لگے تو انہیں ایسی زبان سیکھنے کی ضرورت پیش آئی جو ان کے فریضہ تبلیغ اسلام میں معاون ثابت ہو سکتی ہو اور جو ہر بڑے مقام پر بولی اور سمجھی جاتی ہو، چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ملتان تشریف لے آئے"۔[37]

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں تحریر کرتے ہیں کہ "اسی طرح مخدوم عبدالرشید حقانی(669ھ) جب 624ھ ملتان واپس (مد ان سے ہو کر) آئے تو مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا تمام مال واسباب، اراضی، نقدی راہ خدا لوگوں میں تقسیم کر دی۔ آپ کے آباء نے کہ جو کوٹ کروڑ پر سلطان محمود غزنوی کے دور سے حکومت کی تھی لہٰذا ایک بڑی اراضی آپ کے حصے میں آئی تھی۔ دریائے راوی اس تمام اراضی کو برابر تقسیم کرتا تھا۔ چونکہ اس جائیداد میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی(م666ھ) بھی برابر کے حصے دار تھے اس لیے قرعہ ڈالا گیا تو دریائے راوی سے مشرق کا حصہ مخدوم عبدالرشید حقانی کے حصے میں آیا تو آپ نے یہ تمام اراضی راہ خدا مسکینوں، غریبوں اور درویشوں

کو وقف کر دی۔ ایک کروڑ اشرف نقد ہر ایک کے حصے میں آیا جو کہ آپ نے غریبوں میں تقسیم کر دیا"۔[38]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتان کی معاشرت اور معیشت میں کس قدر تبدیلیاں ان بزرگوں کے مرہون منت ہیں۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں افراطِ زر اور تفریطِ زر کا ایسا توازن قائم کیا کہ معیشت کو مضبوط کیا کہ بڑے بڑے مدبر اور دانشور بھی حیران رہ گئے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م666ھ) نے شہری معاشرت و معیشت کے اندر صوفیانہ رنگ بھرا تو حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی نے دیہاتی معاشرت و معیشت میں صوفیانہ رنگ کا اثر چڑھایا۔

دوسرے طرف ملتان کی معاشرت کو سلسلہ سہروردیہ نے بھی اسلامی اقدار کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ جس میں رزائل اخلاق کی بجائے اوصافِ حمیدہ عام ہوئے اس مکتب فکر کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م632ھ) خود بھی سنت رسول ﷺ کو عمر کے آخری حصے تک اپنے ساتھ جوڑے رہے اور اسی سنت رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے معاشرت کی تمام اقدار اس ذات رسالت مآب ﷺ کی اپنائی جانے والی اقدار سے لے کر مروج کیں آپ صوفیاء میں اخلاق حسنہ کو رواج دینے کو کلیدی حیثیت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں:

"صوفیائے کرام اپنے نفوس کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے سانچے میں ڈھال کر اپنے نفوس میں یہ صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں وہ تہذیب واخلاق سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں ان کے اخلاق سدھر جاتے ہیں۔ حقیقی صوفیاء کی جماعت تمام حسنِ اخلاق کی پابندی کرتی ہے"[39]

آپ نے تمام اوصاف حمیدہ کی سہروردی درویشوں کو بڑی شدومد سے ترغیب ید۔ آپ نے توبہ، زہد، پرہیز گاری، صبر، شکر، علم، فقر، توکل، کسبِ حلال، رضائے الٰہی، حیاء، معرفت جیسے اوصافِ حمیدہ پر سہروردی درویشوں کو عملی پیرا ہو کر ان کو معاشرے میں مروج کرنے کی ترغیب دی۔ آپ فرماتے ہیں: "اہل معرفت کے نزدیک دین اسلام کا سرمایہ یہ پانچ اصول ہیں۔ (۱) سچ بولنا (۲) سخاوت کرنا (۳) تواضع وانکساری (۴) دوسروں کو تکلیف سے بچانا (۵) خود تکلیف کو برداشت کرنا۔"[40]

آپ خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م666ھ) نے آپ کے افکار کی روشنی میں معاشرے میں اسلامی تہذیب و اقدار کو اس قدر فروغ دیا کہ معاشرہ اسلامی رنگ مین رنگا نظر آیا۔ معاشرے کا کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا جس پر اسلامی رنگ نظر نہ آتا ہو۔ آپ نے ملتان میں سچ کو رواج دے کر سخاوت کو عام کیا۔ آپ نے مدرسہ وخانقاہ کی مدد سے معاشرے کے تمام طبقات کو دینی وروحانی علوم سے فیض یاب کر کے اسلامی تہذیب واقدار کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے مدرسے اور خانقاہ سے نکلنے والی جب اشعار کے ذریعے طول وعرض میں تبلیغ کے لئے جاتے تو ان کے ہر عمل سے اخلاص کی ایسی خوشبو نکلتی کہ اسلامی سانچے میں ڈھلے ان درویشوں سے اسلامی اقدار چھلکتی اور لوگ ان کی کشش سے ان سے منسوب ہو کر اقدار اسلامی کے آئینہ دار بن جاتے۔ آپ نے بھی اسلامی اقدار کا فروغ سنت رسول ﷺ کو فروغ دے کر کیا آپ کے مدرسہ وخانقاہ میں سنت رسول ﷺ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ اعجاز الحق قدوسی تذکرہ صوفیائے پنجاب میں لکھتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ خانقاہ میں درویشوں کو کھانا کھاتے دیکھا تو ایک درویش بڑی محبت سے روٹی سالن میں بھگو کر کھا رہا تھا (گویا سنت رسول ﷺ پر عمل کر رہا تھا) آپ نے دیکھتے ہی (خوشی سے) فرمایا سبحان اللہ ان فقیروں میں اس فقیر کا کھانا بہت خوب ہے۔"[41]

آپ کا سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والے درویش کی حوصلہ افزائی کا یہ انداز دراصل معاشرے میں اسلامی اقدار کے فروغ کا سبب بنا گیا دوسرا معاشرے میں آپ نے ضبط نفس کی بڑی ترغیب دی اور عملی تربیت کی۔ ضبط نفس ہی انسان سے رزائل اخلاق کے خاتمے کا سبب بنتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"جب بندے کا تعلق حق تعالیٰ سے قوی ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے نفس کو دنیوی غلاظتوں سے پاک کر دیتا ہے۔"[42]

گویا مجاہدہ نفس سے خدا سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور خدا سے تعلق پیدا ہو تو نفس رزائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں۔ آپ نے معاشرے میں اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے دنیاوی معاملات میں بھی بھرپور شرکت کی اور خود کو معاشرے کے ہر ہر پہلوؤں میں آگے آگے رکھا۔ آپ کی ملتان معاشرت میں دنیاوی معاملات میں بھرپور شرکت کا نتیجہ تھا کہ معاشرت میں اسلامی اقدار کو نموپانے کا موقع ملا۔ آپ نے معاشرے کے غریب اور پسے ہوئے طبقے کو سخاوت کے ذریعے خوشحال کیا اور ہر آن ان کی مدد کی اور اس مدد کو مستقل پیمانے پر جاری رکھنے کے لئے لنگر جاری کیا۔

"آپ کے در دولت سے کوئی خالی ہاتھ نہ جاتا آپ فقیروں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے لنگر میں ایسے ایسے عمدہ کھانے پکواتے کہ شاہی درباروں میں بھی ایسے کھانے نہ پکتے۔ آپ مہمانوں کی دل جوئی کے لئے خود بھی ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔"[43]

آپ عوامی رابطے میں میں رہتے اور لوگوں کی تکالیف دور کرنے کے لئے ہر وقت ان کی حاجت روائی کے لئے میسر ہوتے۔ اس سے معاشرے میں آپ کے علم و عمل میں موجود صدق و اخلاق کی برکت سے اسلامی تہذیب و اقدار کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔ آپ نے معاشرے کے طاقت ور طبقے کو بھی معاشرتی اقدار کے سحر میں گرفتار کرنے کے لئے اپنے عمل سے ان کی ایسی تربیت کی کہ آپ کے دور سے لے کر کئی صدیوں تک اکثر حکمرانوں میں بھی اسلامی تہذیب و اقدار کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ یہ سہروردیہ سلسلے کی خوبی رہی کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (م632ھ) نے بھی سیاسی اثر رسوخ کو اسلامی اقدار کے فروغ میں استعمال کیا اور یہی فکر آگے پھر حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی(م666ھ) نے بھی اپنائی اور حکمرانوں سے اس طرح کے روابط قائم کیے کہ جن کے بل بوتے پر معاشرے میں اسلامی تہذیب و اقدار کو فروغ حاصل ہوا۔ اور یہی فکر قادریہ سلسلہ میں بھی موجود تھی مگر ان میں بادشاہانِ وقت کے ساتھ تعلقات کا رنگ نظر نہیں آتا مگر اپنے عمل اور اپنی فکر سے بادشاہانِ وقت تک پہنچے ضرور اس فکر و عمل کے اثرات حکمرانوں پر بھی چھوڑے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی(م561ھ) اگرچہ بادشاہانِ وقت سے کوسوں دور رہتے مگر ان کے دور کے اکثر حکمران آپ کے فکر و عمل کے سحر میں جکڑے نظر آئے۔ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) نے ملتان کی معاشرت میں جب اسلامی اقدار کو فروغ دیا تو آپ نے بھی قادری سلسلے کی روایت مطابق بادشاہانِ وقت سے خود کو دور رکھا مگر سلطان التمش اور سلطان ناصر الدین محمود قادری فکر سے متاثر اور بادشاہانِ وقت صحبت اور اسلامی اقدار کے آئینہ دار نظر آئے۔ پھر ان اقدار کو اپنا لینے کے بعد ان کو معاشرے میں تسلسل کے ساتھ مروج رکھنے کی بات آئی تو صحبت صالح کی اہمیت پر زور دیا گیا اور اسی مقصد کے لئے قادری و سہروردی صوفیاء نے ملتان میں اقامتی خانقاہی نظام مروج کر کے اقدار سے جڑے رہنے کا انتظام بھی کیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی(م561ھ) صحبت نیک کو بڑی اہمیت دیتے۔ آپ جلا الخواطر میں فرماتے ہیں:

"اے درویش نو عمر لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں اور دولت کے پجاریوں سے تعلق نہ رکھو۔ یہ تمہارا دین برباد کر دیں گے۔"[44]

اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں: "تمہیں برائی اسی سے حاصل ہوگی جس کو تم جانتے ہو۔"[45]

گویا اگر تم برے لوگوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ تو پھر برائی تم میں کسی طرح بھی نہیں آسکتی آپ کے خلیفہ خاص حضرت شیخ بہاء الدین زکریا(م666ھ) نے ابھی اسی فکر کو آگے بڑھا کر اپنے تربیت یافتگان کو اپنی خانقاہ سے وابستہ رکھ کر صحبت صالح کا انتظام کیا پھر جب ایک درویش آپ کی تربیت حاصل کر گیا تو اسفار کے ذریعے اس کو دوسرے لوگوں کی تربیت پر مامور کیا اور اسفار میں بھی صحبت صالح کا اتنا انتظام کیا کہ ایک بڑی تعداد میں درویشوں کو سفر پر بھیجتے۔ نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ:

"ان اسفار میں پانچ پانچ سو درویش اکٹھے جاتے اور ضرورت کے تحت آپ خود بھی بعض اوقات ان کے ساتھ اسفار پر جاتے۔"[46]

گویا اس صحبت کے انتظام نے اسلامی تہذیب واقدار کے فروغ میں کی گئی کوششوں کو نا صرف باقی رکھا بلکہ اس میں صوفیانہ رنگ بھی بھر دیا۔ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م669ھ) اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی(م666ھ) نے ملتان میں اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور اس سلسلے میں جو اصول و قواعد اپنائے گئے وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق سنت رسول ﷺ سے اخذ شدہ تھے۔ دونوں ہی سلاسل کے نمائندوں نے اس سلسلے میں ایک طرح کے ہی انداز اپنائے اور ایک ہی اسلوب جاری کیا۔ دونوں سلاسل کے نمائندوں نے مدرسہ وخانقاہ کے ذریعے سنت رسول ﷺ کا عملی نفاذ کیا۔ مجاہدہ نفس کے ذریعے رزائل اخلاق کا خاتمہ کر کے خود عملی طور پر اوصاف حمیدہ کا ایسا مظاہرہ کیا کہ معاشرے پر اقدار اسلامی کا راج ہو گیا۔ صرف عوامی رابطوں اور سیاسی اثر رسوخ کا سہارا لے کر اقدار کے فروغ میں سلسلہ سہروردیہ آگے آگے رہا جبکہ قادریہ سلسلے کے شیخ نے اس سلسلے میں احتیاط برتی مگر ان کے اسلامی اقدار کے فروغ میں پھیلائے گئے افکار سے عوامی طبقے اور حکمران بھی متاثر ہی نظر آئے۔

اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ملتان کی معاشرت اور معیشت میں بڑی مثبت تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں شاید یہی وجہ ہے کہ اس دور کے بعد ملتان میں حملہ کے نشانوں کی نسبت ترقی کا دور زیادہ رہا اور یہی صوفیاء مقبول سے مقبول تر ہوتے چلے گئے۔

سبط حسن تحریر کرتے ہیں کہ "اس صوفیا کرام کی ہر دل عزیزی کا راز یہ ہے کہ انہوں نے وقت کی اہم سماجی ضرورت کو پورا کیا اور یہ سماجی ضرورت تھی مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مفاہمت اور دوستی۔ دلوں پر حکومت تو وہی کر سکتے ہیں جن کے دل میں انسانیت کا درد ہو، جو خدمت خلق کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہوں اور جو دوسروں کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل، زبان و تہذیب، محبت کا برتاؤ کریں اور ہر آڑے وقت میں ان کے کام آئیں۔ یہ سماجی فریضہ ان صوفیاء کرام نے خوبی سے ادا کیا۔ اسی وجہ سے ہزاروں، لاکھوں انسان اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا ان کے دلوں میں بھی اجنبیوں کے خلاف وہ پہلی سی کدورت باقی نہ رہی۔ انہوں نے اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ میل جول بڑھانے کا طریقہ بھی سکھایا۔ صوفیائے کرام عوامی لوگ تھے اور ان کا اٹھنا بیٹھنا عام لوگوں کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ اس دور میں علماء اور امراء اپنی زبان فارسی پر بڑا ناز کرتے تھے اور مقامی زبانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ صوفیاء کرام نے مقامی زبانیں نہ صرف بڑے شوق سے سیکھیں بلکہ معرفت کی باتوں کو انہیں کی زبان کے ذریعے ان تک پہنچایا"۔[47]

اس سے ایک تہذیبی انقلاب آیااور تیرہویں صدی ہجری میں ملتان کی معاشرت میں بہت بڑی تبدیلی آئی۔انہیں صوفیاء کرام نے عام لوگوں اور غرباء سے اپنے مراسم بڑھائے تواس سے معاشی طور پر بھی بڑی تبدیلیاں آئیں کیونکہ صوفیاء کرام کے ساتھ ایک ہی وقت میں غرباءاور عام لوگ ہوتے تواسی دور میں آنے والے اکثر حکمران بھی ان صوفیاء کے سحر میں مسحور نظر آتے ہیں اور بعض توصوفیانہ طرز کی مثال ہی نظر آتے ہیں جیسے شمس الدین التمش اور ناصر الدین محمود پھر جب حکمران بھی صوفی منش ہوجائیں تو پھر معاشرے یں وہی تبدیلی آئے گی جو صوفی بزرگ کے ذریعے آتی ہے یعنی تہذیب وتمدن، معاشرت اور معیشت میں بہتری اور توازن، یہی صوفیاء کرام کا خاصارہااور یہی ملتان کی صوفی روایت رہی۔ گویا ملتان کی تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت اگرچہ ابتداء سے مضبوط اور مقبول رہی مگر اس میں تبدیلی اور انقلاب تیرہویں صدی عیسوی میں آیا۔

**خلاصہ تحقیق وسفارشات:**

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی( م669ھ) اور حضرت شیخ بہاءالدین زکریا(م666ھ) نے ملتان میں مدرسہ اور خانقاہ کے نظام کو متعارف کراکے سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کے روپ میں شہری ودیہی آبادی کو بیک وقت روحانی بنیادوں کے ساتھ دینی طور پر مضبوط کیا۔ معاشرے کے تمام طبقات کو اسلام کی تہذیب وثقافت کا گرویدہ بنانے کے لئے معاشرتی امن کو قائم کیا۔ معاشرتی رزائل اخلاق کا خاتمہ کر کے اپنے صوفیانہ عمل کے ذریعے اسلامی تہذیب کو معاشرہ کے لئے پرکشش بنایا۔ معاشرے میں معاشی تفریق کے خاتمے کے لئے پسماندہ طبقات کو معاشی سہارے دیے اور اس تفریق کا خاتمہ کیا جس نے صدیوں سے اس خطے کو ذات پات کے فرق کے ساتھ اسلامی تہذیب وثقافت سے کوسوں دور کیا ہوا تھا۔ پھر ان صوفیاء نے معاشرتی اور معاشی تبدیلیوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کو دیرپا اور دوررس بنانے کے لئے معاشرے کے لوگوں کی روحانی اصلاح کی اور انہیں معاشرتی امن وسکون پر لانے کے لئے معاشی استحکام کے اسباب مہیا کیے جیسا کہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا(م666ھ) نے تجارت، جلد سازی اور کتابت کو فروغ دیا جبکہ مخدوم عبدالرشید حقانی(م669ھ) نے زراعت کو فروغ دے کر معاشی طور پر معاشرے میں اسباب روزگار اضافہ کیا جس کے نتیجے میں اسلامی تہذیب وثقافت عملی روپ کے ساتھ خطہِ ملتان میں اپنے عروج پر پہنچ گئی بلکہ ملتان میں تشکیل پانے والی اس اسلامی تہذیب وثقافت نے اپنے اثرات ہندوستان کے کونے کونے میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک تک چھوڑے۔

ضرورت آج بھی اس امر کی ہے کہ ان صوفیاء کی روحانی فکر کے معاشرتی پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے اور دورِ حاضر مین اسلامی تہذیب و ثقافت کے زوال کا سبب بننے والے محرکات کو ان پہلوؤں کے ذریعے ختم کیا جائے۔

## حوالہ جات


[1]۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، قصر الادب شجاع آباد، ملتان، 1954ء، ص88

[2]۔ جاوید قاضی، پنجاب کے صوفی دانشور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1979ء، ص77

[3]۔ ضیاء الدین بن حافظ عبداللہ، خلاصہ العارفین ملفوظات جلال الدین بخاری، مترجم ڈاکٹر بشیر ابوہری، بیکن بکس، لاہور، 2003ء، ص46

[4]۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ص312

[5]۔ شطاری محمد غوثی، گلزار ابرار (فارسی) 1014ھ، ترجمہ اذکار ابرار مترجم فضل احمد، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، 1395ھ، ص56

[6]۔ شرف الدین، جامع الکرامات فارسی، مترجم رانا محمد سرور، مجیب بک ڈپو، لاہور، 1993ء، ص58

[7]۔ (الف) قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی، اردو ترجمہ منبع البرکات مترجم فرزند علی شاہ، مطبع صادق الانوار، بہاولپور، 1915ء، ص58

(ب) گیلانی، اولاد علی، مرقع ملتان، ڈسٹرک بورڈ ملتان، 1938ء، ص222

(ج) میمن، عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2003ء، ص163

[8]۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص106

[9]۔ یوسف مخدوم روش شاہ، تذکرہ الملتان، مترجم ڈاکٹر بشیر ابوہری، ص28

[10]۔ عتیق فکری علامہ، نقش ملتان، ص423

[11]۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص106

[12]۔ یوسف مخدوم روش شاہ، تذکرہ الملتان، مترجم ڈاکٹر بشیر ابوہری، ص28

[13]۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص114

[14]۔ اکرام الحق شیخ، آب کوثر، ص202

[15]۔ اعجاز الحق قدوسی، اقبال کے محبوب صوفیاء، ص126

[16]۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص121

[17]۔ شرف الدین قریشی، جامع الکرامات، مترجم رانا محمد سرور، ص108

[18]۔ فرزند علی شاہ، منبع البرکات (ترجمہ جامع الکرامات) مطبع صادق الانوار بہاولپور، 1915ء، ص31

[19]۔ عبدالحق مہر ڈاکٹر، ملتان کے بادشاہ، نامور گورنر اور حملہ آور، بیکن بکس گلگشت ملتان 1994ء، ص94

[20]۔ منشی عبدالرحمن، آئینہ ملتان، ص209

[21]۔ عتیق فکری، نقش ملتان، ص454

[22]۔ ہاشمی احمد ضمیر، حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی، ص12

[23]۔اس وقت حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کی جاگیریں ملتان سے جانب مشرق دیپال پور فیصل آباد تک اور شمالاً بھکر، خوشاب سے لیکر جنوباً بہاولپور بہاولنگر کے اضلاع تک مشتمل تھیں۔

[24]۔شرف الدین قریشی، جامع الکرامات فارسی، مترجم رانا محمد سرور، ص114

[25]۔ایضاً، ص115

[26]۔زیدی شمیم محمود، احوال وآثار بہاءالدین زکریا، ص47

[27]۔فریدی نوراحمد خان، تذکرہ بہاءالدین زکریا، ص120

[28]۔ابن حنیف مرزا، سات دریاؤں کی سرزمین، کاروان ادب ملتان، 1980، ص221

[29]۔روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، بیکن بکس لاہور، ملتان، 2011ء، ص28

[30]۔اطہر مبارکپوری، قاضی، عرب وہند عہد رسالت میں، ندوۃ المصنفین دہلی، 1965ء، ص153

[31]۔روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، ص41

[32]۔ایضاً، ص45

[33]۔سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال عبداللہ ہارون روڈ کراچی، 2012ء، ص139

[34]۔شرف الدین قریشی، جامع الکرامات، مترجم رانا محمد سرور، ص88

[35]۔ایضاً، ص89

[36]۔ایضاً، ص91

[37]۔عبدالحق، مہر، ڈاکٹر، سرائیکی زبان اور اس کی ہمسایہ سرائیکی زبانیں، مطبوعہ سرائیکی ادبی بورڈ لاہور، 1977ء، ص37

[38]۔شرف الدین قریشی، جامع الکرامات، مترجم رانا محمد سرور، ص114

[39]۔سہروردی، شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، مترجم: شمس بریلوی، ص408

[40]۔سہروردی، شی خ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، مترجم: شمس بریلوی، ص415

[41]۔قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب، سلیمان اکیڈمی کراچی، 1962ء، ص112

[42]۔فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ج4، ص785

[43]۔چشتی عبدالرحمٰن، مراۃ الاسرار فارسی (1065ھ)، مترجم: کپتان واحد بخش سیال، ص139

[44]۔جیلانی، سید عبدالقادر، جلا الخواطر، مترجم: ڈاکٹر عبدالکریم طفلی، ص275

[45]۔سہروردی، شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، مترجم: شمس بریلوی، ص618

[46]۔فریدی، نور احمد خان، تذکرہ بہاءالدین زکریا، ص120

[47]۔سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص146